نئی کتابیں

Blood on the Cross: Islam in Spain in the Light of Christian Persecution Through the Ages

[خون آلود صلیب: صدیوں پر پھیلے ہوئے مسیحی ظلم و تشدّد کی روشنی میں ہسپانیہ میں اسلام]
مؤلف: احمد تھامسن
ناشر: طٰہٰ پبلشرز لمیٹڈ۔ لندن (1989ء)۔ ص 362

یہ مختصر سی کتاب ہسپانوی تاریخ اور معاشرے میں "توحید" کے موضوع پر ایک خوبصورت مطالعہ ہے۔ البتہ کتاب کا عنوان کچھ ایسا ہے جس سے بعض متوقع قارئین مثلاً عام مسیحیوں کے مخالفانہ جذبات برانگیختہ ہوسکتے ہیں۔ تاہم ان قارئین کو انسانی تاریخ کے اس حصے سے آگاہ ہونا چاہیے اور شاید وہ اس پر غوروفکر بھی کر سکیں، اگر کتاب کے ذیلی عنوان کو ابتداء میں اور "خون آلود صلیب" کے الفاظ کو بعد میں رکھ دیا جاتا تو عنوان کہیں زیادہ بہتر ہوجاتا۔ کتاب کے مصنف احمد تھامسن زمبیا میں پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالقادر المرابط اور کرنل عطاء الرحیم ان کے اساتذہ میں شامل ہیں جن سے انہوں نے برٹش میوزیم میں موجود مصادر سے استفادہ کرنا سیکھا ہے۔

تھامسن نے ہمیں ہسپانیہ میں انکار تثلیث/ وحدانیت (unitarianism) اور توحید کا جائزہ فراہم کیا ہے۔ آریوسیت (Arianism) اور ہسپانوی ویورپی کلچر میں جنم لینے والی انکارِ تثلیث پر مبنی دوسری "کفریات" کو عوام اور اکثر مؤرخین نے اسی طرح نظر انداز کیا ہے جیسے اسلام کو۔ نصابی کتابوں پر کیتھولک کنٹرول کے باعث ہسپانیہ میں مطالعۂ توحید کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔ (یہی صورتِ حال کولمبیا میں ہے جس کا مشاہدہ وہاں کے دوران قیام میں راقم کو ہوا۔)

کتاب کا آغاز ابتدائی عیسائیوں اور عیسائی عقائد کے بناؤ یا بگاڑ میں پولوس کے کردار سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد شمالی افریقہ میں دوناتی اور آریوسی آئے۔ ("آریس" لیبیا میں بن غازی

سے اوپر ساحل کی جانب طوکرہ سے آیا تھا۔ اگرچہ اس کی سرگرمیوں کا مرکز اسکندریہ تھا۔) شمالی افریقہ آج کل کے برعکس اُن دنوں کلیسیا مخالف سرگرمیوں کا گڑھ تھا۔ ڈو-ینٹس ایک کلیسیا مخالف مسیحی اور کارتھیج کا بشپ تھا (کارتھیج اِن دنوں ٹیونس شہر کا حصہ ہے۔) تھامسن، ایڈورڈ گبن کی پیروی کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ شہنشاہ کانسٹنٹائن نے عیسائیت کو بُت پرستی کے مساوی حقوق دیتے ہوئے بطور مذہب تسلیم کیا تھا۔ صلیب رومیوں کے سورج دیوتا کا نشان تھا جب کہ پادریوں کے توسط سے چرچ کو حکومت نے اپنا آلہ کار بنالیا۔ [یہی کچھ سولہویں صدی کے ہسپانیہ اور اس کی سمندر پار نوآبادیوں میں ہوا۔] اس طرح بیت المقدس کے بجائے، جس کے قریب عیسائیت نے جنم لیا، روم عیسائی عقیدے کا مرکز بن گیا۔

اس کے بعد مغربی گوتھ آئے۔ گوتھ قبائل شمالی (اور مشرقی) یورپ کے علاقوں، بالخصوص ڈیسا میں رہتے تھے جوان دنوں ڈینیوب طاس میں رومانیہ کے نام سے معروف ہیں۔ (اسی طرح وسٹولا کے ساتھ ساتھ علاقے میں جو پولینڈ میں شامل ہے۔) آریوسی چرچ کے ایک بشپ الِفلس نے گوتھک حروف تہجی تجویز کیے اور چوتھی صدی میں اس زبان میں بائبل کا ترجمہ کیا۔ بعدازاں الیرک کی سرکردگی میں ہن قبائل نے گوتھوں کو جنوب مغرب کی سمت میں روبزوال رومی سلطنت میں دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ ان کا رہنما تھیوڈرک جنوبی gaul میں علوشہ (Toalouse) میں حکومت کررہا تھا۔ مشرقی گوتھوں نے شہر روم فتح کیا۔ مشرقی گوتھ قبائل جو آریوسی عقیدے کے مالک تھے، انہوں نے جزیرہ نمائے ابریا پر 456ء میں چڑھائی کی۔ پادریوں سے مخاصمت کے بعد بادشاہ ریکرڈ (Recored) تاریخی بیانات کی رُو سے "اپنے پورے دربار کے ساتھ" کیتھولک ہوگیا اور یورپ میں گوتھوں کے زیادہ تر اثرات گلدستۂ طاق نسیان ہوگئے۔ تاہم تین علاقوں میں آریوسیت حسب سابق قائم رہی اور آخرالامر یہ آریوسی لوگ مسلمان ہوگئے۔ یہ تین علاقے شمال مشرق میں سرقسطہ کا گردو نواح، جنوب مشرق میں مرسیہ اور بلنسیہ اور جنوب میں اشبیلیہ کے تھے۔

بلقان کے علاقے میں Paulicians بعد میں البانیہ اور بلغاریہ کے بوگومل بنے اور خلافت عثمانیہ کے دور میں بالخصوص بوسنیا اور البانیہ کے علاقوں میں پندرہویں صدی میں مسلمان ہوگئے کیوں کہ انہوں نے اسلام کو زیادہ موافق پایا تھا۔ یہی لوگ جرمنی اور جنوبی فرانس میں طلوشہ کے گرد نواح میں، جہاں مغربی گوتھوں کا پانچویں صدی میں دارالحکومت تھا، کیھتری کہلاتے تھے۔ بعدازاں قرونِ وسطیٰ کی احتسابی عدالتوں نے Albigensians کو ایزائیں دیں جن

سے تشدّد کا استعمال عام ہوگیا۔ یہ لوگ خدا کی وحدانیت کے بجائے ثنویت (دور اسلام سے پہلے کے ایران کے زرد تشتیوں کی طرح اچھائی اور برائی، نور و ظلمت، آگ اور پانی) کے قائل تھے پیٹر والڈو کے زیر اثر-Waldensiansاور "لیون کے غرباء" تیرہویں صدی میں سامنے آئے۔ مغربی یورپ نے کیتھولک عقائد سے بچنے اور اپنے حق میں ان کی تشریح و تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان بدعتیوں کو ایک مقدس جنگ کے ذریعے نیست و نابود کر دیا گیا۔ وہ اور ان کی کتابیں قصہ ماضی بن گئیں۔

دریں اثنا مسلمانوں نے 711ء میں اندلس پر قبضہ کرلیا۔ چرچ کے ہاتھوں آریوسی گوتھ پورے طور پر ختم نہیں ہوئے تھے، چاہے یورپی مؤرخین ایسا دکھانے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں۔ تھامسن کی کتاب کا یہ حصہ الجزائری مؤرخ المقری کے انگریزی ترجمے سے ماخوذ ہے۔(دیکھیے: المقری، The History of the Mohammadan Dynasties in Spain ترجمہ: گینگوس، وائی، ایریک، لندن: اورنٹیل ٹرانسلیشن فنڈ (1840ء-1843ء) جلد اول و جلد دوم) - قبائلی تنازعات کے باعث ابتدآً مسلم اقتدار تقریباً ختم ہوگیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن الداخل منظر نامے میں آیا۔ (766ء میں نہیں بلکہ 756ء میں۔ ص 163)۔ تھامسن نے ہسپانوی زندگی اور یورپ میں مرکز علم کی حیثیت سے قرطبہ کا بہت اچھا مطالعہ کیا ہے۔

گیارہویں صدی کے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے دور اقتدار کے بعد عبداللہ بن یاسین کی سرکردگی میں مرابطین نے اندلس کو فتح کیا۔ مرابطین کے رباط (قلعوں) کی یاد مراکش کے موجودہ دارالحکومت رباط سے زندہ ہے۔ یہ صحرائی بربریا سنہاجہ اپنے رہنما کے سفر حج کے بعد اپنے عقائد و عبادات میں سخت گیر ہوگئے تھے۔ 1086ء میں قسطالیہ کے شاہ الفانسو ششم کو شکست دینے کے لیے یوسف بن تاشفین اور اشبیلیہ کے بادشاہ معتمد نے جنگ زلاقہ میں اتحاد کیا۔ تین سال بعد یوسف بن تاشفین واپس ہوا اور اگلے سال یعنی 1090ء میں مسلم ہسپانیہ کے بڑے حصے کو اپنی عمل داری میں شامل کرلیا تاکہ اسے عیاش حکمرانوں کی دست برد سے بچایا جاسکے۔

مراکشی فاتحین کا اگلا خانوادہ یعنی موحدین جنوب مغربی مراکش میں بلند و بالا جبل اطلس سے آئے تھے۔ موحدین کے بانی محمد بن تومرت نے مشرق میں امام غزالی کے مکتب فکر کے مطابق تعلیم پائی تھی۔ 1212ء میں طلوشہ کی فیصلہ کن جنگ میں ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔ عہد زوال میں ہسپانوی اسلام نے ایک صدی تک بڑے لوگ پیدا کیے۔ ان میں سے ایک

مرسیہ کے ابن عربی ہیں جو مشرق میں قونیہ (ترکی) اور پھر بغداد چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

آخری دور میں "مودھیر" مسلم صنّاع تھے جنہیں عیسائی تحفظ میں شمال اور شمال مشرقی ہسپانیہ میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ دستکاریوں اور زراعت کے حوالے سے بہت اہم تھے۔ 1492ء میں جب غرناطہ کا سقوط ہوا۔ احتسابی عدالتیں ان کی جائدادیں ضبط کرنے کے احکامات جاری کرنے لگیں، انہیں تشدّد کا نشانہ بنایا جانے لگا اور قیدخانوں میں ڈال دیا گیا۔ اس صورتِ حال نے انہیں پریشان کرکے رکھ دیا۔ مسلّط کردہ جہالت ہر طرف عام تھی اور پورے پورے خاندان گداگری پر مجبور ہوگئے تھے۔ ہسپانوی مسلمان بحیثیت مجموعی تباہ و برباد ہوگئے۔ سخت سزاوں نے تختۂ مشق بننے والوں کو بے عزت کیا، ہسپانوی پالیسی کو رسوا کیا اور آخرالامر ہسپانوی معاشرے کو مفلوج کرکے رکھ دیا۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اندلس کے مسلمان باہم دگر دست بگریباں رہے اور غرناطہ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ (ص: 247) ان کے حکمرانوں کی عیاشی اور باہمی حسد نے ان کی نصب العین کو تباہ کردیا۔ اس موقع پر 1491ء کا وہ معاہدہ جس کے نتیجے میں غرناطہ کا سقوط المقری کے مترجم گینگوس کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔(ص:249-251)

کارڈینل زیمتر ڈی سزنیروز سات برس بعد 1499ء میں معاہدۂ امن کو منسوخ کرنے اور اہل غرناطہ کو زبردستی عیسائی بنانے کے لیے غرناطہ واپس آیا۔ اگرچہ کارڈنیل نے یونیورسٹی آف القلعہ (Alcala) کی بنیاد رکھی (جو ان دنوں میڈرڈ میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔) اور مختلف زبانوں میں بائبل کے تراجم شائع کیے، تاہم تاریخ میں اس کا نام ایک بہت بڑی نسل کشی کے ذمہ دار کی حیثیت سے لکھا جاتا ہے۔ مودھیروں یعنی زبردستی بپتسمہ دیے گئے مسلمانوں کا خاتمہ قریب تھا۔ 1502ء اور 1568ء میں البشارات کی بغاوتوں نے فوجی نقطۂ نظر سے ان کی قسمت پر مہر لگادی۔ مشرق کی جانب بلنسیہ کے گردو نواح میں عام لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے پر اس خطے کے لوگوں کو مکمل طور پر کچل دیا گیا۔ ہمیں یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ اس وقت واقع ہورہا تھا جب 1521ء میں لوتھر کا فرمان تذلیلی (Edict of Worms) سامنے آیا۔ 1526ء میں بلنسیہ اور ارغون سے مسلمانوں کو بیک بینی ودو گوش نکال دیا گیا کیوں کہ وہ بپتسمہ لینے کے لیے تیار نہ تھے۔ کچھ مسلمانوں نے قشتیلیون کے جنوب مغرب میں سائرہ اور بلنسیہ کے مغرب میں مولا کے مقام پر مزاحمت کی۔

بلنسیہ میں لوگوں کے گروہ در گروہ بپتسمہ دیے جانے کے بعد مورِسکو (عیسائیوں نے

مسلمانوں کو یہ نام دے رکھا تھا۔) شمالی ہسپانیہ میں مزید کچھ عرصہ باقی رہے۔ کیتھولک ہسپانیہ میں صفائی ستھرائی کوئی خوبی نہ تھی بلکہ شک وشبہ اور گرفتاری کا باعث تھی۔ دایہ گیری کے لیے صرف عیسائی خواتین کو اجازت تھی اور اس سلسلے میں مسلم خواتین پر مکمل پابندی تھی۔ مذہب کے نام پر قائم احتسابی عدالتوں کے مقررہ کردہ ایجنٹ نہایت بھونڈے انداز میں مورسکو لوگوں کی جاسوسی کرتے تھے انہیں محض غلاموں (یا آج کے محاورے میں دوسرے درجے کی شہری) کی حیثیت حاصل تھی۔ 1526ء کے فرمان نے قشتالیہ کے مسلمانوں پر بپتسمہ لینا لازم کر دیا تھا۔ اسی فرمان کے مطابق انہیں عیسائیت سے پھر جانے اور اسلامی اعمال جاری رکھنے کے الزام میں قید وبند اور زندہ جلا دینے کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ 1529ء کا Pragmatica فلپ دوم کے سوتیلے بھائی کے خلاف دوسری البشارات مہم کا باعث بنا۔ امویوں کا ایک خلف، ابن حمیہ (فرنینڈو ڈی ویلر) اس مہم کا رہنما تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ موثر طور پر اس مہم کی قیادت کرتا، گرفتار ہونے کے بعد پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ شبیلس کے قلعے اور طلیطلہ کے جنوب میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ غرناطہ کے شمال مشرق میں جلیرا کا قصبہ تباہی کا نشانہ بنا جہاں مردوں کو غلام بنا کر بیچ دیا گیا۔

مورسکوں نے اپنی معذوریوں کے باوجود سخت محنت کی۔ ان میں سے بعض جدید قشالیہ میں "اریولو کے نوجوان" (Mancebo De Arevalo) کی طرح گدھے اور خچر ہانکنے والے بن گئے۔ ان کا انجام ذلت آمیز تھا۔ الگرو کے قصبے میں ایک لڑکی نے اپنے خاندان اور سہیلیوں کو برا بھلا کہا اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ مذہبی احتسابی عدالتوں کے مسلّط کردہ تخریبی اخلاق کا ایک مظہر تھا۔ اس قسم کی بداخلاقی کی اس ملحد ادارے نے حوصلہ افزائی کی جو "مقدس" کہلاتا تھا، سزا یافتہ فرد کی جائیداد جیل میں اس پر اٹھنے والے اخراجات کے عوض ضبط کر لی جاتی تھی۔ (یہی کچھ سائمن برگا نو ولیگاس کے ساتھ گوئٹے مالا اور کیوبا میں پیش آیا جو وہاں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ وہ ذہنوں پر پہرے بٹھانے کے اسی سسٹم کے تحت گذشتہ صدی کے آغاز میں جسمانی اور ذہنی طور پر تباہ کر دیا گیا تھا۔ برگانو ٹانگوں سے معذور ایک غریب شخص تھا جسے اپنی فرانسیسی کتابیں اور فرنیچر جیل میں رہنے کے اخراجات ادا کرنے کے لیے بیچ دینا پڑا تھا۔) بچوں کو والدین سے چھین لینے کا سرکاری حق لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیتا تھا چنانچہ بچے یتیم کر دیے جاتے اور پھر انہیں چوری کے مال کے طور پر رکھا جاتا یا بیچ دیا جاتا۔ ان مسلمانوں کو مدارس سے محروم کر دیا گیا جنہوں نے آکسفورڈ اور پیرس کی دانش گاہوں کے وجود

میں آنے سے بہت پہلے ہسپانیہ میں جدید طرز کی دانش گاہیں قائم کی تھیں۔ ضرورت اب اس بات کی ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے ان واقعات کا ازسر نو جائزہ لیا جائے اور ان کی تلافی کی جائے۔

فلپ دوم 1598ء میں رستے ہوئے ناسوروں میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ 1602ء میں فرانس کے شہنشاہ ہنری چہارم نے مسلمانوں کو سازش میں شامل کرلیا۔ چنانچہ ستمبر 1609ء میں ان کے اخراج کا ایک فرمان جاری کیا گیا۔ بلنسیہ کے آرک بشپ نے اپنی جمع تفریق کے مطابق دعویٰ کیا کہ ڈیڑھ دو لاکھ افراد مسلح بغاوت کردیں گے۔ غندیہ کے ڈیوک کی گنّے کی فصل کے تباہ ہو جانے کا خطرہ تھا۔ جب مسلمانوں کو ان کے ذرائع معاش اور جائداد سے بتدریج محروم کیا جاتا رہا تو چوری چکاری اور قتل وغارت کے واقعات میں اضافہ ہو گیا۔ بلنسیہ کے مغرب میں مولہ کے قلعے میں ہزاروں مسلمانوں کو کیتھولک فوجیوں نے بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک ڈومینیکن، فرے جیمی بلیدا نے جو نسل کشی کا ذمہ دار ہے، مسلمانوں کے درمیان پرورش پائی تھی مگر ان سے کبھی محبت نہ کی۔ فرے جیمی بلیدا نے 1610ء میں مسلمانوں کے حتمی اخراج کے لیے فلپ سوم کے ساتھ تعاون کیا۔ ہسپانیہ ایک بند معاشرہ بن کر رہ گیا۔ بلنسیہ کے بعد 1610ء میں ارغون اور قطلونیہ سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا گیا۔ قشتالیہ اور غرناطہ سے بہت سے لوگ فرانس بھاگ گئے۔ سب سے آخر میں (1611ء) جان بچا کر بھاگنے والے مرسیہ کے لوگ تھے۔ 711ء میں فتح ہسپانیہ کو ذہن میں رکھا جائے تو یہ سال (1611ء) ہسپانیہ میں اسلام کی پوری نو صدیوں کی یاد دلاتا ہے۔

ہسپانوی مسلمانوں کے خلاف اس مہم سے مسیحی منکرینِ تثلیث (وحدانیت پسندوں) اور پروٹسٹنٹوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ قطلونی وحدانیت پسند مگوئیل سرویٹ (1511ء-1553ء) جنیوا میں کالون کے ہاتھوں زندہ جل گیا۔ سترہویں صدی میں المبریڈوس (Alumbrados) یعنی "منوّرین" کیتھولک عیسائیت سے الگ ہونے والا آخری گروہ تھا۔ اس وقت سے زیادہ تر ہسپانوی باشندے دینیاتی مسائل سے اسی طرح ناآگاہ چلے آرہے ہیں جیسے ہسپانیہ اسلام کے بغیر، جس نے اسے ماضی میں فلسفیانہ اور تعمیراتی شان وشوکت دی تھی، جہالت کے باعث ہسپانیہ "معاشی اور روحانی طور پر ریگستان بن کر رہ گیا۔" (ص:338) اس صورت حال کے جو نتائج مرتب ہوئے وہ اتنے مذہبی نہ تھے جتنے کہ معاشی، ہسپانیہ کے اہم علاقوں میں زراعت اور ضروری دست کاریوں کے حوالے سے تربیت یافتہ ہنرمندوں کی کمی نے ملک کو معاشی طور پر تباہ کردیا۔

تھامسن وسطی امریکہ کے جزائر کی تباہی میں کیتھولک مشنری اور بشپ بر تولو مے ڈی لاس کساس (Bartolome de las casas) کا ذکر کرتا ہے مگر اس امر کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ اگر اس نے مقامی امریکیوں کو سخت مشقّت سے بچایا تو نئے براعظم پر "سیاہ" غلامی کی بنیاد رکھنے میں کیسے مدد دی۔ انیسویں صدی کے اوائل اور نپولین کے حملے کے بعد مذہبی احتسابی عدالتوں کا نظام اس حد تک بدنام ہو چکا تھا کہ اسے ختم کر دیا گیا۔

یہ ہے کہ وہ تاریخ جو مسلمان کی حیثیت سے ہمیں جاننی چاہیے اور ان یورپی سیاحوں کی طرح، جو غرناطہ، اشبیلیہ اور قرطبہ کے پرستان دیکھنے کے لیے آج "اندلس" جاتے ہیں، اسے فرضی داستان یا روایتی کہانی کے طور پر نہ سننا چاہیے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کا تشدّد تاریخ کے اس غیر مہذب دور میں متوقع تھا مگر ہمیں اس بات پر اصرار کرنا چاہیے کہ اسلام نے ہسپانیہ یا کہیں بھی اپنے اقتدار میں کبھی عیسائیوں کے ساتھ اس قدر بے رحمانہ سلوک نہیں کیا۔ (استثناء صرف وہ مقتولینِ قرطبہ ہیں جنھوں نے رشدی طرز کے توہین مذہب کے طتریہ اقدامات سے حکومت کو اقدام پر مجبور کیا تھا۔)

ایڈورڈ گبن، ہنری لی اور پاسکل ڈی گینگوس (مسلم ہسپانیہ کے الجزائری مورخ، المقری کا انگریزی مترجم) کی کتب وہ ماخذ ہیں جو تھامسن کی تحقیق کے معیار کو بلند کرتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے اس اہم حصے کے بارے میں موجودہ انگریزی دان مسلمانوں کی معلومات میں اضافے کے لیے گینگوس کا ترجمہ، جو 1840ء اور 1843ء کے درمیان شائع ہوا تھا، دوبارہ شائع ہونا چاہیے۔ فلاڈلفیا کے ایک کویکر (Quaker) ہنری لی نے آغاز سے اس صدی تک مذہبی احتسابی عدالتی نظام کا مطالعہ کیا ہے اور ہسپانوی تاریخ کے اس پہلو پر یہ بہترین کتاب ہے۔ تھامسن نے رامن مینندڈیز پیڈل اور امریکا کاسترو کی مؤلفات کے انگریزی تراجم سے استفادہ کیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ماخذ ان کے پیشِ نظر نہیں رہ سکے جو ابھی تک انگریزی میں منتقل نہیں ہو سکے مثلاً مرسیلنومینندڈیز پلایو کی چھ جلدوں میں اہم مگر متعصبانہ کتاب Historia de los Heterodoxlos Espanoles (میڈرڈ: 1911ء، چھ جلدیں) سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

مؤلف تھامسن بزنطینی تاریخ سے بھی نابلد معلوم ہوتا ہے۔ ابتدائی عیسائیت میں جنم لینے والی "بدعات" میں سے اکثر انکار تثلیث (وحدانیت) پر مبنی (اور آریوسی) تھیں۔ اور اسلام سے پہلے کے ہسپانیہ کے فکری ماحول پر ان کے گہرے اثرات تھے۔ اسی طرح تھامسن اندلس کو

پورے ہسپانیہ کے مترادف سمجھتا ہے جب کہ جنوب کی طرف اندلس ایک متعین حصے کے بجائے ایک غیر متعین علاقے کا نام ہے۔ اور عمومی طور پر شمال کے علاقے کو اندلس میں شامل نہیں کیا جاتا۔ (دیکھیے: ص 210، نیز اس صفحے سے متعلق باب کا عنوان)

کتابیات ناقص ہے۔ (تاریخ اور جائے اشاعت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کئی مواقع پر مؤلفین کے نام یا صفحات کے نمبر نہیں دیے گئے۔) کتاب میں اشاریہ نہیں ہے اور حواشی کا عمومی طور پر فقدان ہے۔ کیا غرناطہ میں "خلیفہ" تھا (ص 249) یا سلطان یا بادشاہ؟ یہ خامیاں تھامسن کی تحقیق کے بارے میں ایک مبتدیانہ کوشش کا تأثر پیدا کرتی ہیں حالانکہ یہ ایک مفید کتاب ہے---۔ کتاب میں اغلاط سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف ہسپانوی زبان سے واقف نہیں ہیں۔

اسلامی تاریخ کے حوالے سے ایک عمومی غلطی صفحہ 100 پر ہوئی ہے۔ مکہ سے چند کلومیٹر مشرق کی جانب جبل عرفات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹھے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی عیسائی اور یہودی کہانی ہے نہ کہ اسلامی۔

1992ء (شروع ہو چکا ہے) اور امریکہ (یا بہاماس؟) کی دریافت کو پانچ سو سال گزرنے کے ساتھ ساتھ سقوط غرناطہ کو بھی اتنا عرصہ ہو رہا ہے جس کے المناک نتائج برآمد ہوئے تھے۔ یورپی تاریخیں مسلم مخالف نقطۂ نظر پیش کرتی ہیں۔ آج جب ہسپانیہ وہ طاقت کھو بیٹھا ہے جو اس نے میکسیکو اور پیرو کی لوٹ کھسوٹ سے حاصل کی تھی۔ لیکن مسلمانوں کو سوا صدی پر محیط زوالِ اندلس کے اہم واقعات جاننے چاہئیں۔ تھامسن کی کتاب ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور دلچسپی رکھنے والے مسلمانوں کو اسے احتیاط سے پڑھنا چاہیے۔ امید رکھنی چاہیے کہ دوبارہ شائع ہونے پر کتاب کا موجودہ عنوان، ٹائپ کی اغلاط اور دوسری خامیاں درست کر دی جائیں گی۔

(ٹی۔ بی۔ ارونگ)

بشکریہ دی مسلم ورلڈ بک ریویو (لیسٹر) خزاں 1990ء